کرے گا۔ اور یہ دیر تک زندہ رہنے والی کتاب ثابت ہوگی۔ اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں کسی طرح کی جانبداری کا اظہار نہیں کیا گیا۔

● **قلم کے چراغ**　ترتیب وتدوین: پروفیسر محمد اقبال جاوید　　تبصرہ، جاوید اختر بھٹی

ضخامت: ۶۰۵ صفحات　　قیمت: ۴۸۰ روپے　　ناشر: دارالکتاب، غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور

''قلم کے چراغ'' آغا شورش کاشمیری کی غیر مدوّن تحریروں کا مجموعہ ہے۔ جنھیں موضوعات کے اعتبار سے ترتیب دیا گیا ہے۔ آغا صاحب کے قلم کی کاٹ ہر تحریر میں نظر آتی ہے۔ اس کتاب میں مختلف موضوعات پر آغا صاحب کی تحریروں سے اقتباسات منتخب کیے گئے ہیں۔ یہ تمام تحریریں ''چٹان'' سے حاصل کی گئی ہیں۔ میرے نزدیک یہ بہترین انتخاب ہے۔ اس کی ہر سطر میں آغا صاحب کی تصویر نظر آتی ہے۔

آغا صاحب کا کمال یہ ہے کہ انھوں نے نثر میں حمد ونعت کی کیفیت پیدا کردی۔

☆ خوف ایک ہی ہے اور وہ اللہ کا خوف ہے۔ انسان سے ڈرنا ربوبیت کی توہین ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ کے فضل ورحمت پر یقین کامل کے سوا دامنِ حیات میں کوئی متاع نہیں۔ یہی زندگی کا واحد سرمایہ اور شبستانِ وجود کا واحد چراغ ہے۔

آغا صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتے ہیں تو عقیدۂ ختم نبوت کا اظہار بھی کرتے ہیں اور یہ ان کی زندگی کا مشن تھا۔

☆ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے رسول ہیں۔ وہ ہمارے پاس اللہ کا پیغام لائے ہیں۔ ان کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوسکتا۔ اور جوان کے بعد نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے وہ کرۂ ارض پر سب سے بڑا جھوٹا ہے۔

☆ ہمارے نزدیک صرف ایک وجودِ اقدس کا قول وعمل آویزۂ گوش ہے اور وہ حضور سرورِ کون ومکان صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس ہے۔ اس کے بعد ترتیب یوں ہے کہ ذکرِ حضرت حسینؓ آتا ہے:

ٹل نہیں سکتا کسی حالت میں فرمانِ حسینؓ
ثبت ہے تاریخ کے چہرے پہ عنوانِ حسینؓ

اور پھر فقراء وعلماء کے سلسلے میں حضرت شیخ علی ہجویری، مولانا حسین احمد مدنی، حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری، مولانا احمد علی لاہوری، قاضی احسان احمد شجاع آبادی، مفتی محمد حسن، مولانا داؤد غزنوی، مولانا محمد اسماعیل، مولانا عبدالہادی ین پوری، حضرت سید محی الدین شاہ (گولڑہ شریف)، مفتی محمد شفیع، علامہ رشید ترابی، علامہ ابن حسن جارچوی، مولانا اظہر حسن زیدی، مظفر علی شمسی، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی، حافظ احسان الٰہی ظہیر کے بارے میں لکھا ہے۔ ان میں زندہ لوگوں کی تحسین کی گئی ہے اور وفات پانے والوں کو بہت محبت سے یاد کیا گیا ہے۔ اس فہرست کو ایک نظر دیکھیں تو اس میں مختلف مکتبۂ فکر کے علماء حضرات موجود ہیں۔ یہی بات آغا صاحب کی مقبولیت کو ظاہر کرتی ہے۔

اقبال کے بارے میں لکھتے ہیں:

☆ بنیادی طور پر اقبال ایک عالمی شاعر اور اسلامی مفکر ہے۔ جس کے مخاطب مسلمان اور ان کی وساطت سے پورا مشرق ہے۔

مولانا ابوالکلام آزاد کے بارے میں لکھتے ہیں:

☆ مولانا کو اپنے دماغ کی رفعت اور قلم کی طاقت پر اتنا اعتماد تھا کہ ذہن میں موجود مسودات کو بھی کاغذ پر لکھا ہوا سمجھتے تھے۔

☆ مولانا ابوالکلام آزاد نے زندگی بھر کسی شخصیت کے خلاف زبان کھولی، کبھی ان کی زبان و قلم سے ایسا فقرہ نہیں نکلا جو ذاتیات سے آلودہ ہو۔ مولانا آزاد اور امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری سے آغا صاحب کو خاص عقیدت تھی۔ ایسی محبت ان کے دل میں کسی اور کے لیے نہیں تھی۔ شاہ جی کے بارے میں لکھتے ہیں:

جب کبھی اس کی خطابت کا تصور باندھا
قرنِ اوّل کے خطیبوں کی ادا یاد آئی

☆ ان کے نزدیک ہر چیز کی ایک ہی ترازو تھی۔ اور وہ تھا قرآن مجید، اسوۂ رسول، سیرۃ صحابہ اور علمائے امت کا فہم و تدبر، ان ائمہ اربعہ کے سوا جن کی فقہ چلتی ہے وہ کسی جدید فقہ کے قائل نہ تھے۔ ان کا واحد معیار اسلاف تھے۔ اس دور کی بیشتر تحریکیں ان کے نزدیک ذہنی بدکاری تھیں۔

☆ حقیقت یہ ہے کہ شاہ صاحب دماغوں اور دلوں کے حکمران تھے۔ اپنی بے سروسامانی کے باوصف انھیں اس اقلیم میں جو وقار اور اقتدار حاصل تھا۔ اس کا اقرار و اعتراف ہر جگہ موجود ہے۔

ان کے علاوہ آغا صاحب نے جن شخصیات کا اعتراف کیا ان میں محمد علی جناح، ظفر علی خان، حمید نظامی، محمد علی جوہر، خواجہ حسن نظامی، چودھری افضل حق، علامہ مشرقی، نوح ناروی، عبدالمجید سالک، مولانا غلام رسول مہر، اختر شیرانی، چراغ حسن حسرت، مرتضیٰ احمد میکش، اظہر امرتسری، سردار عبدالرب نشتر، غلام حسین مہر، سعادت حسن منٹو، مولانا صلاح الدین احمد، سراج الدین ظفر، استاد اللہ بخش، ماہر القادری، شیخ خورشید احمد، سید قاسم رضوی، پروفیسر سراج الدین، شیخ اکرام اور جسٹس ایم آر کیانی شامل ہیں۔ ان کے بارے میں اس انداز سے لکھا گیا کہ یہ مختصر اور منفرد تحریریں برسوں کے فاصلے ختم کر دیتی ہیں اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ شخصیت ہمارے سامنے موجود ہے۔ اور ہم انھیں دیکھ رہے ہیں۔

آغا صاحب نے صرف شخصیات کو ہی موضوع نہیں بنایا اس کتاب میں وہ معاشرے کے ہر شخص سے مخاطب ہیں۔ اور انھوں نے ہر جابر، ظالم اور اقتدار کے نشے میں بدمست حکمران کے سامنے کلمہ حق کہا۔ آج کل تو کلمہ حق کو اخبار کی پیشانی پر لکھ کر رسوا کیا جاتا ہے۔ مگر شورش کاشمیری ایک بے باک اور بہادر ادیب، شاعر اور صحافی تھے۔

پروفیسر محمد اقبال جاوید مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انھوں نے ایک بہادر انسان کی نئی نسل سے متعارف کرایا اور اس اندھیرے میں ''قلم کے چراغ'' روشن کیے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ اس کتاب کو شورش کاشمیری کی دیگر کتب سے زیادہ پذیرائی حاصل ہوگی کیونکہ اس میں ان کی شخصیت کا بھرپور اظہار ہوتا ہے۔ اس کتاب کو شبیر احمد خان میواتی کے نام معنون کیا گیا ہے۔ میواتی صاحب کا کتاب سے رشتہ اور اہل علم کے ساتھ تعاون کا جذبہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔